آغا سلیم کی نظر میں بابا فریدؒ کے سماجی و مذہبی کردار

The Social and Religious Role of Baba Fareedؒ as Visualized by Agha Saleem

ڈاکٹر منظور علی ویسریو*

Abstract

Sheikh Farid-ud-Din Masud Ganj-i-Shakar is popularly known as Baba Fareed. He is a great Mystic. Many Scholars wrote books on his life and poetry, Agha Saleem is one of them. Agha Saleem was one of the most popular fiction writer of Sindhi. He wrote many books on mystical poets of Sindh specially on Shah Latif, Sachal Sarmast, Sami etc. In this paper the writer describes the research work of Agha Saleem on Baba Fareed.ؒ

برعظیم پاک وہند میں سلسلہ چشتیہ کے معروف ترین اولیاء اللہ میں حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کا بھی شمار ہوتاہے۔ ان کا پورا نام مسعود بن سلیمان بن شعیب تھا۔ آپ کے سنین ولادت اور وفات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ سیر الاولیاء میں سال پیدائش ۵۴۹ھ (۱۱۷۳/۴ء) اور تاریخ فرشتہ میں ۵۸۴ھ/ ۱۱۸۸ء درج ہے۔ وصال کی مختلف تاریخوں میں سے ۵ محرم ٦٦۴ بمطابق ۱۷ اکتوبر ۱۲٦۵ء کو زیادہ قرینِ قیاس سمجھا جاتا ہے۔ پاک پتن شریف (پنجاب) میں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے جہاں آپ نے اپنی زندگی کے آخری سال بسر کیے۔ ۱

بابا فرید پنجابی کے پہلے باقائدہ شاعر ہیں۔ کیونکہ پنجابی ادب کے شعری روایت نے

---

* نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف پاکستان سٹڈیز، قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد۔

اس سے اپنے سفر کا آغاز کیا۔ اس کا کلام سکھوں کی مذہبی کتاب میں محفوظ رہا۔ اور کئی صدیوں پر صفئہ شہود پر آشکار ہوا۔ اگرچہ بعض محققین کے نزدیک اشلوک کا بابا صاحب سے انتساب صحیح نہیں، اس سلسلے کے تمام اعتراضات پر محمد آصف خان نے روشنی ڈالی ہے اور بہ دلائل ان اعتراضات کو رد کیا ہے۔ ۲

بابا فرید کا کلام پنجابی کے علاوہ اردو میں بھی دستیاب ہے۔ بقول ڈاکٹر رؤف پاریکھ:

> ''حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کو پنجابی کا پہلا باقائدہ شاعر بھی کہا جاتا ہے۔ ان کے ''اشلوک'' مشہور ہیں۔ گو بعض ناقدین نے ان کا حضرت بابا گنج شکر سے انتساب مشکوک قرار دیا ہے لیکن بعض محققین نے ثابت کیا ہے کہ یہ حضرت ہی کا کلام ہے۔ حضرت بابا فریدؒ سے کچھ اردو کلام بھی منسوب ہے۔'' ۳

ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ، بابافرید کے کلام پر سرائیکی اور سندھی اثرات کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

> ''اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت بابا فرید مسعود گنج شکر عام مقامی زبان ''ہندوی'' سے واقف تھے۔ لیکن بعض عام روایات میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ انہوں نے ہندوی میں دوہے کہے۔ کچھ محققین کے رائے میں وہ دوہے ''بابا فرید'' کے نام سے منسوب ہیں۔ وہ بابا فرید مسعود گنج شکر کے کہے ہوئے نہیں بلکہ ان کے جانشینوں میں سے ''فرید ثانی'' کے کہے ہوئے ہیں۔ ایسے دوہے سکھوں کے مذہبی کتاب ''آدھ گرنتھ'' (گرو گرنتھ) کے آخری پانچویں حصے ''بھوگ'' کے زیرِ عنوان دیئے گئے ہیں۔ جن سے ظاہر ہے کہ کچھ دوہوں پر سرائیکی سندھی کا رنگ چڑھا ہوا ہے۔'' ۴

بابا فرید نہ صرف پنجابی زبان کے پہلے شاعر ہیں بلکہ وہ سرائیکی اور سندھی کے بھی پہلے شاعر ہیں۔ بقول آغا سلیم:

> ''بابا فرید بہت بڑے ولی اللہ تھے۔ اتنے ہی بڑے شاعر تھے۔ ان کی شاعری کا اثر تلسی داس سے لیکر شاہ عبداللطیف تک نظر آتا ہے۔ ادبی لحاظ سے بابا فرید کی شاعری اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ اس سے اس دور کے لسانی مطالعے کا مواد بھی ملتا ہے۔ اور اہم بات کہ بابا فرید سندھی، سرائیکی اور پنجابی زبانوں کے پہلے شاعر ہیں۔'' ۵

آغا سلیم کی بابا فرید پر تحقیق:

آغا سلیم نے سب سے پہلے بابا فرید پر ایک سندھی مضمون بعنوان ''بابا فرید شکر گنج

جی شاعری'' لکھا جو ''نئیں زندگی'' حیدرآباد کے فروری ۱۹۸۸ء کے شمارے میں شائع ہوا۔ اس کے بعد انہوں نے کتاب بعنوان ''بابا فرید گنج شکرجا دوہا'' تحریر کیا۔ جو انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالوجی، سندھ یونیورسٹی، جامشورو نے ۱۹۹۰ء میں شائع کیا۔ اپنے ایک انٹرویومیں بابا فرید پر تحقیق کرنے اور ان کے کلام کے ترجمے کے حوالے سے وہ بتاتے ہیں کہ:

''تصوف اور صوفی ازم تو میرے مزاج کا موضوع تھا۔ اس تلاش میں خانقا ہوں میں بیٹھنے والوں کی جانب تو میری توجہ تھی۔'' ۶

آغا سلیم کے مذکورہ کتاب کی سب سے نمایاں خصوصیت اس کتاب کا مقدمہ ہے۔ جس سے آغا صاحب کی تصوف سے رغبت، اس دور کی صوفیانہ تحریکوں، اس دور کی موسیقی، زبانوں پر مہارت وغیرہ کا پتہ چلتا ہے۔ آغا سلیم کی مذکورہ کتاب ۱۷۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں مندرجہ ذیل عنوانات شامل ہیں:

کیا گرنتھ میں شامل کلام بابا فرید کا ہے؟
بابا فرید اور گروگرنتھ صاحب
گرنتھ کی ترتیب اور تالیف
گرنتھ کی زبان
بابا فرید کے کلام میں سندھی کی چند نحوی مماثلتیں
صوفیا اکرام اور عوامی زبانیں
بھگتی تحریک
شاعری کی صنف دوہیڑے کا پس منظر
بابا فرید کی شاعری کی سندھی ادب میں اہمیت
گرنتھ میں شامل سندھی دوہے
سرائیکی مماثل سندھی دوہے وغیرہ۔

ابتدا میں بابا فرید کی سوانح، اس دور کے حالات اور بابا فرید کی شاعری کو بیان کیا گیا ہے۔ ان کی شاعری کے متعلق ایک جگہ وہ لکھتے ہیں کہ:

''ان کی شاعری کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ بابا فرید بنیادی طور موت اور فنا کے احساس کے شاعر ہیں۔ بابا فرید کے سامنے زندگی ایک دلہن کی طرح ہے، جس کو موت کا دولہا بیاہ کرلے جاتا ہے۔ دلہن اپنے میکے جانا نہیں چاہتی مگر شادی کا دن مقرر ہے۔ اس کے اپنے رشتہ دار اس کو بنا سنوار کے الوداع کرتے ہیں۔ اب وہ کس کے ساتھ گلے لگا کر روئے۔ (۷)

اس کے بعد کیا گرنتھ میں شامل کلام بابا فرید کا ہے؟، بابا فرید اور گرو گرنتھ صاحب، گرنتھ کی ترتیب اور تالیف، گرنتھ کی زبان اور موضوعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ کیا گرنتھ میں شامل کلام بابا فرید کا ہے؟ پر پروفیسر محمد آصف خان کی تحقیق کو سامنے رکھ کر ثابت کرتے ہیں کہ:

''ان دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ بابا فرید، عربی، فارسی، ہندی، پنجابی اور سرائکی کے شاعر تھے۔ اور گرنتھ میں شا مل دوہیڑے بابا فرید ہی کے دوہیڑے ہیں۔'' ۸

''گرنتھ کی زبان'' عنوان میں مختلف مثالیں دیکر لکھتے ہیں کہ:

''ان مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ بابا کی زبان سرائیکی تھی جو سندھی کے بہت قریب تھی۔ مگر گرنتھ تک پہنچتے پہنچتے اس زبان میں تبدیلی آگئی۔'' ۹

اس کے بعد بابا فرید کے کلام میں سندھی کی کچھ نحوی مماثلت اور صوفیا کرام اور عوامی زبانیں موضوعات کو بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''ایک طرف تو صوفیاء اور درویشوں نے مقامی ثقافت اور مقامی زبان میں، مقامی عقائد میں اسلامی عقائد کو شامل کرکے اسلام کی تبلیغ کی اور انہیں عشق اور محبت کے بھجن، کافیاں، وائیاں اور دوہیڑے سنائے تو دوسری جانب درباری ثقافت کے ذریعے ایسی زبان اور شاعری کی روایت کی ابتدا ہوئی جس کا عوام سے کوئی تعلق نہ تھا۔'' ۱۰

اس کے بعد ''بھگتی تحریک'' کو بیان کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں وہ لکھتے ہیں:

ہندو سماج بنیادی طور ذات پات کا سماج تھا۔ مسلمان صوفیوں درویشوں اور اسماعیلی ست پنتھوں کے زیرِ اثر، بھگتی تحریک، انسانی برابری کی تحریک بن گئی۔'' ۱۱

شاعری کی صنف ''دوہیڑہ'' کا پس منظر بیان کرتے ہوئے اپنی رائے کو یوں بیان کرتے ہیں:

''میرے خیال میں دوہیڑے کا آغاز ہمارے لوک شعراء نے کیا۔ قدیم زمانے میں شاعری اور موسیقی دونوں لازم و ملزوم تھے۔ اس لیے دوہیڑے کی ابتدا معلوم کرنے کے لیے ہمیں موسیقی کی قدیم اصناف یا اوزان کو دیکھنا ہوگا۔'' ۱۲

آگے ''بابا فرید کی شاعری کی سندھی ادب میں اہمیت'' پر وضاحت سے روشنی ڈالی ہے۔ آغا سلیم کے مطابق بابا فرید بنیادی طور پر سرائیکی زبان کا شاعر ہے۔ مگر ان کی شاعری مندرجہ تین باتوں کی وجہ سے سندھی ادبی میں بڑی اہمیت حامل ہے جو یہ ہیں:

''۱۔ بابا فرید کی شاعری نے سندھی شاعری پر ان مٹ نقوش چھوڑے ہیں۔

۲۔ بابا فرید نے سرائیکی کے ساتھ سندھی میں بھی شاعری کی ہے جو سندھی ادب کی اوسر (ارتقائی) تاریخ کے مطالعے کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔

۳۔ بابا فرید کی شاعری لسانیات کے ماہرین کے لیے لسانی رابطوں کے مطالعے کے لئے بہت مواد مہیا کرتی ہے۔'' ۱۳

آخر میں ''گرنتھ'' میں شامل سندھی دوہیڑوں کو علیحدہ کر کے سندھی صورت میں تحریر کیا گیا ہے۔ جن کی تعداد ''۱۳'' ہے۔ مذکورہ تمام موضوعات پر سیر حاصل کے بعد ۱۳۶ دوہیڑوں کے اصل متن کے ساتھ سندھی ترجمہ اور مشکل الفاظ کی معنیٰ دی گئی ہے۔ مذکورہ کتاب کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے عبدالقادر جونیجو لکھتے ہیں کہ:

''محترم آغا سلیم جو سندھی زبان کا بڑا کہانیکار، ناول نگاراور شاعر ہے۔ ان دوہیڑوں پر محنت کرکے نہ صرف درست کیا ہے بلکہ ان کا سندھی ترجمہ بھی کیا ہے۔جس کی وجہ سے قارئیں کو دوہیڑوں کی معنی اور مفہوم سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ مقدمہ میں اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ وہ دوہیڑے بابا فرید گنج شکر کے ہیں یا فرید ثانی کے۔ بابافرید کی شاعری کی سندھی ادب میں کیا اہمیت ہے اس کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ نہ صرف دوہیڑے پر روشنی ڈالی گئی بلکہ اس کے پس منظر کو بھی اجاگر کیا گیا ہے۔ اور بھگتی تحریک اور اس سے وابستہ بھگتوں کی شاعری جو بھی دوہیڑوں کی صورت میں ہے، اس سے سندھی ادب کو روشناس کرایا گیا ہے۔ اس طرح اس کتاب کے افادیت بڑھ جاتی ہے۔'' (۱۴)

آغا سلیم کی مذکورہ کتاب کو ''چوي فريد'' (کہے فرید) عنوان سے پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف لینگویج آرٹ اینڈ کلچر، لاہور کی جانب سے اپریل ۲۰۰۸ء میں شائع کیا گیا ہے جو

۲۰۵ صفحات پر مبنی ہے جس کو محمد آصف رضا نے مرتب کیا ہے۔

مذکورہ کتاب میں بابا فرید گنج شکر کے اشلوک کے سندھی ترجمے کے ساتھ انگریزی ترجمہ اور گرمکھی اور شاہ مکھی میں بابا فرید کے دوہیڑے دیئے گئے ہیں۔ کتاب میں سندھی ترجمہ آغا سلیم کا کیا ہوا ہے۔ گرمکھی متن ۱۹۱۳ء میں سندھی میں شائع کتاب بعنوان ''شيخ فريد جا سلوڪ'' گور سنگت حیدرآباد سندھ سے لیا گیا ہے جو ڈاکٹر سنت سنگھ خالصہ کا لکھا ہوا تھا اور انگریزی ترجمہ بھی اسی کا کیا ہوا شامل کیا گیا ہے۔ جبکہ شاہ مکھی متن محمد آصف خان کی کتاب ''آکھیا بابا فرید نے'' سے لیا گیا ہے۔ مذکورہ کتاب کے پیش لفظ میں ڈاکٹر شائستہ نزہت لکھتی ہیں کہ:

> "Accordingly, we are publishing the works of Baba Fareed in both Shah Mukhi and Gurumukhi scripts with English and Sindhi translations. Guru Granth Sahib has been followed for text of Baba Ji's Shaloks. This book is, therefore, being published in more than one language and hopefully the poeple outside Punjab will be able to benefit from it and Sufi message of love for humanity will go to Sindh from Punjab." 15

آغا سلیم کے سندھی ترجمہ کے متعلق مہتاب اکبر راشدی یوں رقمطراز ہے۔

> ''بابافرید کے کلام کا سندھی ترجمہ جس خوبصورتی سے آغا سلیم نے کیا ہے وہ اصل زبان اور خیال کے اصل روح اور مقصد کے نزدیک ترین ہے۔سرائیکی جاننے اور سمجھنے والے جب یہ سندھی ترجمہ پڑھیں گے تو یقیناً آغا سلیم صاحب کو داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔''۱۶

ذیل میں نمونے کے طور پر دو دوہیڑے ملاحظہ ہوں۔

رکھی سکھی کھاءِ کے ٹھنڈا پانی پیء
فریدا ویکھ پرائی چوپڑی، نہ ترسائیں جیء

چوی فرید: ص۴۷

ترجمہ:

رکي سکي ماني کائي، ٿڌو پاڻي پيءُ
ڏسي پرائي سٿيي ماني، چو تو سکائين جيءُ

بابا فرید گنج شکر جا دوہا۔ص۳۱

روکھی سوکھی روٹی کھا کر ٹھنڈا پانی پی لو
فرید پرائی چپڑی دیکھ کے، مت ترساؤ جی کو

اشلوک بابا فرید۔ ص ۳۴

فریدا کالے مینڈے کپڑے، کالا مینڈا ویس
گناہیں بھریا میں پھراں، لوک کہیں درویش

چوی فرید: ص۱۰۸

ترجمہ:

ڪارا منهنجا ڪپڙا ڪارو منهنجو ويس
مان گناهن سان ڀريل, لوڪ چوي درويش

بابا فرید گنج شکر جا دوہا۔ ص ۹۶

فرید! لباس ہے میرا کالااور ہے بھیس بھی کالا
سر پر بار گناہوں کا ہے، لوگ کہیں دل والا

اشلوک بابا فرید۔ ص ۳۹

حوالہ جات

۱۔ رؤف پاریکھ، ڈاکٹر، معروضات، مشمولہ، اشلوک بابا فرید شکر گنج کا منتخب حکیمانہ کلام، انتخاب،

۲۔ تہذیب، ترجمہ: ڈاکٹر ارشد محمود، ناشاد، کراچی، ادارہء، یادگارِ غالب، ۲۰۱۷، ص۔۷

۳۔ عبدالعزیز ساحر، ڈاکٹر، مقدمہ، ایضاً، ص۔۱۰

۴۔ رؤف پاریکھ، ڈاکٹر، ایضاً، ص۔۸

۵۔ بلوچ، نبی بخش خان، ڈاکٹر، سندھی زبان و ادب کی تاریخ، مترجم، شذرہ سکندری، جام شورو، سندھی ادبی بورڈ، ۲۰۰۹ء، ص۔۹۷

۶۔ آغا سلیم، بابا فرید گنج شکر جا دوھا، سندھی ترجمہ، جام شورو، انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالوجی، سندھ یونیورسٹی، ۱۹۹۰ء، ص۔۹

۷۔ آغا سلیم، انٹرویو، بعنوان: سٽي تنهنجو سڏ ڪلهي پاتم ڪينرو، نصیر مرزا، اسحاق سمیجو، مشمولہ ''جيئن سو تارو صبح جو'' مرتبہ: نصیر مرزا، کنڈیارو، روشنی پبلی کیشن، ۲۰۱۶ء، ص۔۷۵

۸۔ آغا سلیم، بابا فرید گنج شکر جا دوھا، ایضاً، ص۔۸

۹- ایضاً، ص-۱۰

۱۰- ایضاً، ص-۱۴

۱۱- ایضاً، ص-۲۱

۱۲- ایضاً، ص-۲۳

۱۳- ایضاً، ص-۲۵

۱۴- ایضاً، ص-۲۶

۱۵- جونیجو، عبدالقادر، پبلشر نوٹ، ایضاً، ص-۵

۱۶- شائستہ نزہت، Preface، کتاب، چوي فريد، مرتبہ، محمد آصف رضا، لاہور، پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف، لینگوئج، آرٹ اینڈ کلچر، ۲۰۰۸ء، ص-۱۳